Abstract of the Article : Main Features of Islami Tehzeeb o Saqafat

Culture is always considered very important to determine the features of collective

sociological structure of a community. It is based on beliefs, values, behaviour, ideal norms and intellectual training which enlightens the minds of people and creates refinment in their lives. Culture binds the individual lives into a broader totality of the society. It identifies their social heritage also, so we can say that society and culture are interlinked with each other.

Islamic Culture developed in the light of teachings revealed in the Holy book Quran Majeed by Almighty Allah Taala. The Holy Prophet Hazrat Muhammed (SAWS) preached these forceful teachings to the Arab community, and the their outlook towards life was changed. The spiritual power of Quranic Principles and Uswa e Hasana of the Holy Prophet (SAWS) provided such intellectual and aesthetic training, which made a revolution in their cultural values and the new Islamic Culture with unique features became the symbol of powerful muslim community. It created positive intellectual awareness in its followers around the globe. It promoted justice for all and Inter-faith harmony. It strengthened the moral and ethical values in every field of life. It trained its followers as responsible persons to play their societal role so that positive balance and harmony in Individual and collective life should become possible.

اسلامی تہذیب اور ثقافت کے امتیازات

پروفیسر ڈاکٹر مس نسیم سحر صمد☆

اسلامی تہذیب اور ثقافت کے اختصاصات کا احاطہ کرنے سے پیشتر ان دونوں اصطلاحات کے مفہوم سے آگہی بہت ضروری ہے۔ انگریزی زبان میں اس کے مترادف کلچر(Culture) کی اصطلاح مستعمل ہے۔ اس کے مفہوم ومعنی کے ضمن میں Webster رقمطراز ہے:

Culture: [F., fr. L. Cultura, fr. Colere to till, cultivate]

1. Cultivation; tillage
2. Act of developing by education, discipline, training, etc
3. The enlightenment and refinement of taste acquired by intellectual and aesthetictraining.(1)

بمعنی کاشت، تعلیم، نظم وضبط اور تربیت کے ذریعے نشوونما کا عمل، ذہنی اور جمالیاتی تربیت کے ذریعے حاصل کردہ عمدگی اور روشن خیالی۔ اس لغوی مفہوم کے تناظر میں کلچر (Culture) کو اصطلاحاً سب سے پہلے ایڈرڈ ٹائلر (Edward Tylor) نے قدیم معاشروں کے مطالعہ کے دوران 1871ء میں استعمال کیا۔ ایڈورڈ ٹائلر (Edward Tylor) کے مطابق:

Culture --- is that complex whole which includes knowledge, beliefs, art, morals law, custom, and any other capabilities and habits acquired by man as a member of society.(2)

کینڈل کے خیال کے مطابق کسی انسانی گروپ یا معاشرہ میں علم، زبان، اقدار، رسومات اور مادی اشیاء جو ایک شخص سے دوسرے شخص اور ایک نسل سے اگلی نسل کو منتقل ہوں، کو کلچر پر محمول کیا جاتا ہے۔(3) Vander Zanden کلچر اور سوسائٹی کو باہمد گر مربوط قرار دیتے ہوئے کہتا ہے کہ کلچر لوگوں کے بغیر وجود پذیر نہیں رہ سکتا جو اس پر عمل

☆ شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور۔

1. Webster's New Collegiate dictionary, P:202
2. Tylor, Edward Burnett Religion in Primitive culture [New York: Harper & Brothers Publishers, First Edition, 1958],1/1
3. Kendall, Diana, Sociology in Our Times: The Essentials [Belmont. CA: Wadsworth, a division of Thomson learning, 2004] P:43

پیراہوں۔ایک انسانی معاشرہ کوکلچر کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ وہ اپنے ارکان کو عمومی رہنما اصول دے سکے کہ ان کو کیا کہنا اور کرنا ہے۔ایسا کرتے ہوئے کلچر انفرادی زندگیوں کو ایک وسیع کل میں جوڑتا اور متحد کر دیتا ہے۔یکساں تناظر میں شراکت کرتے ہوئے ہی لوگ اپنے اعمال کی مناسبت قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔چنانچہ حقیقی زندگی میں معاشرہ اور کلچر ایک دوسرے کے بغیر وجود پذیر نہیں رہ سکتے جیسا کہ وہ رقمطراز ہے:

Society and culture are intertwined. Culture cold not exist without people to enact it. And a human society requires culture to supply its members with a set of common guidelines telling them what to say and do. In so doing, culture binds separate lives into a large whole. Only by sharing similar perspectives can people fit their actions together. So in 'real life' neither society nor culture could exist without the other.(1)

مذکورہ بحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ کلچر اقوام کی زندگی میں اس کلیدی مقام کا حامل ہوتا ہے جو اجتماعی عمرانی ہیئت کے امتیازات کو معین کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔یہ وہ اجتماعی افکار و نظریات ہوتے ہیں جو اقوام کی زندگی میں نصب العین کا درجہ پاتے ہیں اور اجتماعی تشخص کی تشکیل میں لائحہ عمل کے طور پر متعارف ہوتے ہیں۔کلچر کے مغربی تصور کا جائزہ لینے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مترادف اصطلاحات تہذیب وثقافت اور اسلامی امتیازات کا مختصر احاطہ بھی کیا جائے۔

تہذیب وثقافت۔مفہوم ومعنی اور اسلامی امتیازات :

لغت عربی میں تہذیب مادہ ھذب سے مستخرج ہے۔الفراہیدی (م:175ھ) نے اس مادے سے

المهذب : المخلص من العيوب.(2)

یعنی اس کے معنی ہر طرح کے عیوب سے پاک اور خالص کے بیان کئے ہیں۔جبکہ الجوھری (م:398ھ) نے اس کے مفہوم کی وضاحت یوں بیان کی ہے:

هـذب ؛ التهـذيـب : كـالتـنقية، ورجل مهذب أي مطهر الأخلاق؛ والإهذاب والتهذى2(3)۔

مذکورہ بالا عبارت سے متبادر ہوتا ہے کہ تہذیب کا مفہوم صاف ستھرا کرنا اور مہذب شخص سے مراد پاکیزہ اخلاق

4. Zanden, James. W. Vander, The Social Experience: An Introduction to Sociology, P:63

2 کتاب العین، بذیل مادہ هذب، ص:1008

3 الصحاح، بذیل مادہ ھذب، 210/1

والا، اور اسی سے الاھذاب اور تہذیب ماخوذ ہے۔ابن منظور(م:771ھ) نے تہذیب کے مفہوم کو جس پیرائے میں بیان کیا ہے وہ الفراہیدی کے بیان کردہ معنی کے اُقرب ہے۔وہ لکھتے ہیں:

هذب الشيءَ يهذبه هذبا، و هذبه: نقاه و اخلصه، و قيل : أصلحه

یعنی اس سے مراد نقاہت، خالص کردینا اور اصلاح احوال ہے۔اسی طرح ُالمهذب من الرجال: المخلص النقي من العيوب ؛ و رجل مهذب أي مطهر الأخلاق یعنی ایسا شخص جو عیوب سے پاک ہو اور ُرجل مهذب أي مطهر الاخلاق (1) سے مراد پاکیزہ اخلاق کا حامل شخص ہے۔ابن فارس(م:395ھ) هذب کے مادہ کے تحت رقمطراز ہیں:

هذب : كلمة تدل على تنقية شيء مما يعيبه: يقال شي ء مهذب: منقى مما يعيبه:

وہ اس کی اصل الإھذاب قرار دیتے ہیں۔انہوں نے اس کو سرکش گھوڑے کو سدھانے کے مفہوم پر محمول کیا ہے۔لہٰذا وہ کہتے ہیں:

يقال، مر الفرس يهذب و مشى الهيذبي.(2)

ماہرین لغت کے ان افکار کی روشنی میں تہذیب سے مراد وہ تربیت ہے جو افراد معاشرہ کو تنقیح کے عمل سے گزار کر مطہر الاخلاق بناتی ہے اور ان میں مثبت رجحانات کو فروغ دیتی ہے۔تہذیب کی لغوی اور اصطلاحی تعبیر کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مترادف لفظ ثقافت کا مفہوم بھی واضح کیا جائے تا کہ ان کے مابین مماثلت اور موافقت کو سمجھا جا سکے۔

اسی طرح ثقافت کا لفظ لغت عربی میں مادہ'' ثقف'' سے مشتق ہے۔جو ایسا فعل ہے جسے بوقت ضرورت اصلاحِ احوال کیلئے روبہ عمل لایا جاتا ہے۔جیسا کہ الفراہیدی(م:175ھ) نے مثال سے سمجھایا ہے:

والثقف مصدر الثقافة، و فعله ثقف اذا لزم ، و ثقفت الشيَ ، و هو سرعة تعلمه(3)

گویا ثقافت سے مراد شخصیت کی وہ ضروری کانٹ چھانٹ ہے جو فرد کو مہذب بنانے کیلئے ناگزیر ہے۔افراد کی

---

1. لسان العرب، بذيل ماده هذب، 782/1
2. المعجم مقاييس اللغة، بذيل ماده هذب،ص:1029
3. کتاب العین، بذیل مادہ ثقف،ص:117

اجتماعی زندگی میں عمل ثقافت اجتماعی تشخص کی تشکیل کیلئے جزوِلاینفک کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے ثقافت کوتعلیم وتربیت کے معانی پربھی محمول کیاجاتا ہے۔صاحبِ المعجم الوسیط اس ضمن میں رقم طراز ہیں:

ثقف الإنسان : أ دبه و هذبه و علمه.(1)

الفراہیدی نے 'قلب ثقف' کی اصطلاح کوجن معنی پرمحمول کیاہےوہ سریع التعلم و التفهم هے۔ (2) ابن فارس (م:395ھ) لکھتے ہیں:

رجل ثقف لقف و ذلک أن یصیب علم مایسمعه علی استواء.(3)

الغرض عمل تعلیم وتعلّم سےافراد میں تہذیب وثقافت کےعنصرکوفروغ دیاجاتا ہے،جیسا کہ ثقف کے معنی یہ ہیں کہ کسی فردکاحاذق اورفطین ہوجانا۔(4)

اسی طرح ثقافت سےمرادصاحب المعجم الوسیط یہ لیتے ہیں:

الثقافة: العلوم و المعارف و الفنون التي یطلب الحذق فیها.(5)

تہذیب وثقافت کےلغوی واصطلاحی مفہوم سےثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسی جامع اصطلاح ہےجس میں طرزِ معاشرت یاطریقِ زندگی کےتمام نمونے آجاتے ہیں۔(6) علی عزت بیگووچ کایہ کہنا کہ ثقافت کاموضوع یہ ہے کہ ہم زندہ کیوں رہتے ہیں۔تہذیب اس مسلسل ترقی کا نام ہے۔کہ زندہ کیسے رہتے ہیں،ثقافت کاتعلق زندگی کے معنی سے ہے۔(7) اس سےبھی یہی مفہوم مترشح ہے کہ زندگی کےکل آداب،عقائدوافکاراورجمیع نقشہ حیات اوراس کی ضرورتوں سےاس کاتعلق ہے۔ڈاکٹرنصیراحمدناصررقمطراز ہیں کہ اسلام کےنزدیک ثقافت انسان سےتعلق رکھتی ہےاورانسان معاشرتی ہے۔طبعًاوحاجۃً،اس اعتبار سےثقافت انفرادی بھی ہوئی اوراجتماعی بھی(8)

اس تناظرمیں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی تہذیب وثقافت انسانی زندگی کے انفرادی اوراجتماعی پہلوؤں کا

---

1. المعجم الوسیط، بذیل ماده ثقف، 98/1
2. کتاب العین، بذیل ماده ثقف، ص:117
3. المعجم مقاییس اللغة، بذیل ماده ثقف،ص:169
4. المعجم الوسیط، بذیل ماده ثقف، 98/1
5. ایضاً، حواله مذکور
6. عطش درانی ، اسلامی فکر و ثقافت [لاهور: مکتبه عالیه، اشاعت اول ، 1980ء] ص:71
7. بیگو و چ ، علی عزت ، Islam between East and West مترجم: محمد ایوب منیر ، اسلام اور مشرق و مغرب کی تهذیبی کشمکش [لاهور: اداره معارف اسلامی ، بار دوم ، 1997ء] ص:195
8. ناصرنصیراحمد،ڈاکٹر،اسلامی ثقافت[لاہور:فیروزسنز، س ن]ص:47

جامع احاطہ کرتی ہے۔اور عقائد و افکار کے ساتھ ساتھ ایسی ذہنی و جمالیاتی تربیت کا اہتمام کرتی ہے جس کے نتیجے میں وہ کامیاب دنیاوی زندگی بسر کر سکے اور اخروی فوز و فلاح کے گوہر مقصود کو حاصل کر سکے۔

حضورﷺ نے دینِ حق کی جو تعلیمات متعارف کروائیں ان کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ عقلِ انسانی کی تراش کردہ نہیں تھیں، عقل نے ان کی تخلیق نہیں کی، بلکہ ان اُلوہی تعلیمات نے عقلِ انسانی کو صحیح راستہ دکھایا اور عقلِ سلیم کو پروان چڑھایا۔ دینِ حق نے جن تہذیبی اَقدار کو متعارف کرایا وہ زمانہ اور ماحول کی پیداوار نہ تھیں بلکہ انہوں نے ایسے ماحول کی تشکیل کی اور حالات میں ایسی تبدیلی پیدا کی جنہوں نے حیاتِ انسانی میں جزوی اور کلی ہر لحاظ سے فوز و فلاح کا حصول ممکن بنا دیا۔'پیکرِ محسوس' کی خوگر ذہنیت کو ایمان بالغیب کی اہمیت سے اس طرح متعارف کروایا، کہ تمام مفاسد سے نجات حاصل ہوئی۔نغمۂ توحید'الست بربکم' نے نفوسِ انسانی کو فرحاں وشاداں کر دیا اور روحانی تشنگی کی سیرابی کا سامان میسر آیا، شرفِ انسانیت کے داغدار آئینہ کو مصفّٰی اور صیقل کر دیا گیا۔رسول کریمﷺ نے اُلوہی تعلیمات کی روشنی میں جن تہذیبی اَقدار کو پروان چڑھایا، اس کے زیرِ اثر رضائے الٰہی کا حصول زندگی کا مقصود اور نصب العین قرار پایا۔مادیت پرستی کی اَسیری سے نکل کر نفوسِ انسانی نے وحدہٗ لاشریک ہستی کے احکامات کے اِتباع میں کامیاب زندگی کی ضمانت حاصل کی۔عہدِ جاہلیت کی عرب تہذیبی اَقدار جہاں جہاں خرابیوں کا شکار ہو چکی تھیں، حضورﷺ نے ان کی اِصلاح فرمائی اور اچھی اَقدار کو نگاہِ تحسین سے دیکھا۔عقائد و عبادات کے اِصلاحی ضابطے متعارف کرائے گئے، کفر و شرک اور اِلحاد و مادیت پرستی کے منفی نتائج سے انسانی معاشرے کو بچایا اور انہیں اللہ کی حقیقی بندگی کے رنگ میں اِصطباغ دے دیا گیا۔ان اَخلاقی فضائل کو تحریک و تشویق دی جنہوں نے صالح زندگی کے نقشے کو مزید خوبصورت بنا دیا۔تمام تر رذائلِ اخلاق سے اجتناب کا جذبہ متحرک کیا۔مظہر الدین صدیقی لکھتے ہیں:

اِسلام ایک اَزلی اور اَبدی نصب العین ہے۔جس کی روح عدل ہے...... یہ عدل جب اپنے نفس کے مقابلے میں ہوتا ہے تو انسان اپنی کسی خواہش یا جذبہ کو اس کی جائز حد سے آگے نہیں بڑھنے دیتا اور اپنے پیشے یا کام کے انتخاب میں معاشی اغراض یا مادی حوصلوں کو نہیں بلکہ اپنی فطری صلاحیتوں کو مدنظر رکھتا ہے اور جب یہ عدل، معاشرہ میں ظاہر ہوتا ہے تو معاشی انصاف، معاشرتی مساوات، اولاد اور والدین کے حقوق کی نگہداشت، عفت و پاکدامنی کی زندگی اور ہر قسم کے اسرافِ بے جا اور ناجائز تعیشات سے احتراز کی صورت اختیار کرتا ہے۔(1)

دینِ اِسلام قابلِ عمل اور بے مثال تعلیمات کا حامل ہے۔جس نے انسان کے سامنے اس کے مقصدِ حیات کو کھول کر بیان کر دیا۔

''اِسلام عقلِ انسانی کا تراشا ہوا مذہب نہیں ہے بلکہ وہ عقل سے بالاتر ہے یعنی عقل اس کی تخلیق

---

1. اِسلام کا نظریہ اخلاق ،ص: 112

نہیں کرتی بلکہ وہ خود عقل سلیم پیدا کرتا ہے اور اس کو صحیح راستہ دکھاتا ہے۔ وہ زمانے و ماحول کی پیداوار نہیں ہے بلکہ وہ خود ایک ایسے ماحول و زمانے کی تخلیق کرتا ہے جس میں انسان کے کل شعبہ ہائے زندگی صحیح معنوں میں ترقی کر سکیں۔ وہ انسانی زندگی کے کل شعبوں کیلئے ایسے اصول وقوانین مقرر کرتا ہے جن پر عمل کر کے انسان اپنے کل شعبہ ہائے حیات کو ایک دوسرے کے دوش بدوش میدان ترقی میں گامزن کر سکتا ہے اور ان کا باہمی ربط و تناسب ہر حالت میں پورے طور پر باقی رکھ سکتا ہے۔ یہ اِسلام کا ایک اِعجاز ہے کہ جس گتھی کو سلجھانے سے انسانی عقل قطعاً عاجز ہے اور جس کام سے کل مذاہبِ عالم عاجز رہے ہیں، اس کو اس نے کر دکھایا اور یہ اسی لیے ہے کہ وہ خالقِ عقول کا بھیجا ہوا ہے بلکہ درحقیقت سوا اس کے دنیا میں کوئی مذہب ہی سرے سے موجود نہیں ہے۔ مذہب نام ہے، زندگی کے مکمل نظام کا اور یہ تعریف اِسلام کے سوا کسی مذہب پر صادق نہیں آسکتی''۔(1)

دین اِسلام کی اِصلاحی تحریک نے کارگہہ حیات کے ہر پہلو، ہر جز اور کل کی درستی کیلئے قوانین منضبط کئے۔ڈاکٹر حمیدالدین لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اِصلاحی کارناموں کا اندازہ پوری طرح اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک پہلے یہ معلوم نہ کرلیا جائے کہ آپ ﷺ نے زندگی کے مختلف شعبوں یعنی سیاست، معاشرت، اقتصاد و اخلاق اور تمدنی معاملات کی تعمیر کیلئے کیا اُصول پیش کیے اور پھر عملی طور پر عرب کے مخصوص حالات میں ان اُصولوں کے مطابق کیا کیا اَقدامات کیے۔ نیز آنے والی نسلوں کیلئے ان اُصولوں اور آپ ﷺ کے عملی اَقدامات میں تعمیرِ نو کا کیا سامان ہے۔(2)

☆ توحید اور رُوحانی اَقدار کا فروغ:

ہر زمان و مکان کی عظیم ترین اور تاریخ ساز و اِنقلاب آفرین شخصیت حضرت محمد ﷺ نے جزیرۃ العرب کی تہذیبِ جاہلی کو رُوحانی اَقدار سے مالا مال کر دیا اور ایسی تہذیبی اَقدار کی بناء رکھی جو کہ توحید کے اسلامی تصور پر قائم تھی۔ توحید دین اِسلام کی روح بھی ہے اور مسلمان کی حیاتِ کلی کے رگ و پے میں جاری وساری قوت بھی۔ اسلامی معاشرے کا فرد اِسی میکانکی قوت کے تحت مومن بھی ہے اور موحد بھی۔ حیاتِ کلی سے انسان کی فکری، عملی اور اِنفرادی و اِجتماعی زندگی مراد ہے جس سے معاشرے کی تشکیل و تعمیرِ نو ہوتی ہے۔

رسول کریم ﷺ نے کثرت پرستی میں مبتلا اہل عرب کی مادی تہذیب کو وحدانیتِ الٰہیہ کی طرف دعوت دیتے ہوئے کوہِ صفا سے جزیرۃ العرب کے مذہبی پیشوا قبیلے قریش کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

---

1 سندیلوی، محمداسحاق، اِسلام کا نظامِ سیاسی [یوپی : مطبوعہ نامی پریس ، س ن]ص:55-56

2 حمید الدین، ڈاکٹر، تاریخِ اِسلام [لاہور:فیروز سنز ، 1962ء]ص: 90

"یا معشر قریش!" قالت قریش: محمد علی الصفا یهتف، وأقبلوا علیه یسألون ماله؟ قال:" أرأیتم لو أخبرتكم أن خیلاً بسَفْح هذا الجبل أكنتم تصدّقونی؟" قالوا: نعم! أنت عندنا غیر متهَّم وما جرّبنا علیک كذباً قطّ. قال:" فإنی نذیر لكم بین یَدَیْ عذاب شدید. یا بنی عبد المطّلب، یا بنی عبدالمناف، یا بنی زهرة، یا بنی تیم، یابنی مخزوم، یا بنی أسد، إن الله أمرنی أن انذِر عشیرتی الأقربین. وإني لاأملک لكم من الدنیا منفعةً ولا من الآخرة نصیباً إلاأن تقولوا: لا إله إلاالله، أو كما قال"(1)

عرب ایک مدت سے بت پرستی میں مبتلا تھے۔ انہوں نے کعبۃ اللہ کو بھی تین سو ساٹھ بتوں کی آماجگاہ بنایا ہوا تھا۔ سید سلیمان ندوی (م:1373ھ) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت قلمبند کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر جب آنحضرتﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو اس وقت خلیل بت شکن کا معبد 360 بتوں کا مسکن تھا یہ خانہ کعبہ کے اندر کے بتوں کی تعداد ہے اس کے علاوہ ملک کے گوشے گوشے میں جو بت بچ رہے تھے، ان کی کثرت کا اندازہ اسی سے کیا جا سکتا ہے۔ قاعدہ کے مطابق خاص بنائے ہوئے بتوں کے علاوہ عربوں کی جہالت کا یہ عالم تھا کہ راستہ چلتے چلتے جو اچھا پتھر بھی ان کو مل جاتا اس کو دیوتا بنا لیتے تھے۔ اگر کبھی اس سے اچھا مل گیا تو پہلے کو چھوڑ کر اس کے آگے سر جھکا دیتے تھے۔ (2) ان کی ضعیف الاعتقادی کا عالم یہ تھا کہ ہر ضرورت کی حاجت روائی کے لئے الگ بت بنا رکھا تھا۔ ایسی قوم میں خدائے وحدہ لاشریک کا تصور یا تو سرے سے مفقود تھا یا ایک وجودِ معطل تھا۔(3)

رسولِ کریمﷺ کی بعثت کے نتیجہ میں منصہ شہود پر آنیوالی اسلامی تہذیب کو عہد جاہلیت کی جس عرب تہذیب سے سابقہ تھا، بت پرستی اور محسوس خداؤں کی پرستش نہ صرف اس کی رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی بلکہ عربی نخوت، دولت و اقتدار کا فخر، سیادت کا زعم اور عصبیتِ جاہلیہ کے عوامل اس درجہ حاوی تھے کہ وہ اسلامی تہذیب کے روشن انقلاب میں مانع ہوئے۔ آپﷺ نے عرب تہذیب کو کثرت پرستی سے نجات دلائی اور وحدتِ ربانی کا درس عظیم دیتے ہوئے جو نظامِ حیات مرحمت فرمایا اس کی چیدہ چیدہ خصوصیات رُوحانی اور اَخلاقی اَقدار پر مبنی تھیں۔

رسولِ کریمﷺ نے ایمان باللہ کے ذریعے نفوسِ انسانی میں پاکیزگی اور اَعمال میں پرہیزگاری پیدا فرمائی اور ایک ایسے تہذیب و تمدن کو فروغ دیا جس میں انسانی جماعت کے اَفراد ذمہ دار اور روشن خیال تھے۔ یوں لوگوں کے باہمی

1. حیاۃ محمدﷺ، ص:142؛ و سیرۃ النبیﷺ میں بھی یہ مضمون قلم بند کیا گیا ھے، 199/1
2. ندوی، سلیمان، سید، تاریخ ارض القرآن [اسلام آباد :نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع اول، 1992ء] 177/2
3. ندوی، سلیمان، سید، سیرۃ النبیﷺ، [لاھور: سروسز بک کلب، 1987ء] 245/4

معاملات درست ہوئے ،ان میں پابندی قانون کی حس پیدا ہوئی، اطاعت امر الٰہی نے نظام معاشرت میں نظم وضبط کو فروغ دیا،عقیدۂ آخرت نے اَفراد میں زبردست باطنی قوت پیدا کر کے ایسی رُوحانی اَقدار پر معاشرے کی بناء رکھی جس میں صالح عنصر غالب ہوا اور منظم فلاحی معاشرہ کی اِستعدادِ کار میں اضافہ ہوا کیونکہ ایمان وہ انقلابی قوتِ متحرکہ (Dynamic Force) ہے جو اِصلاحی اور تنظیمی تقویت کے لئے اسلامی تہذیب کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے۔جس کے نتیجے میں ایک ایسا طاقتور اور بیدار ضمیر تمدن پروان چڑھتا ہے جو ہر وقت ، ہر جگہ انسان کو تقویٰ اور اِطاعت کی سیدھی راہ دکھاتا رہتا ہے۔اور شریر سے شریر نفوس میں بھی اپنی ملامتوں اور سرزنشوں کا کچھ نہ کچھ اثر پہنچائے بغیر نہیں رہتا۔یہ عظیم الشان فائدہ علمِ الٰہی کی روشنی میں فروغ پانے والے نبوی انقلاب کا ہی خاصہ ہوسکتا ہے۔جو عہدِ رسالت میں پروان چڑھنے والی اسلامی تہذیب میں منصۂ شہود پر آیا۔(1)

☆ ایجابی اور تعمیری فکر کی ترویج:

عرب تہذیب جو صدیوں سے کہانت زدہ تھی جو عمرو بن لُحی کی مروّج کردہ بت پرستی کی آلائشوں میں مبتلا اور بحیرہ، سائبہ، وسیلہ اور حام کی توہم پرستیوں کا شکار تھی۔(2) ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر، سعد، ھبل، عزیٰ، لات، منات اور اساف ونائلہ کے پجاریوں میں توحید باری تعالیٰ کی راسخ العقیدگی کو رواج دینا ایسا سہل اَمر نہ تھا، جو وحی الٰہی کی رہنمائی کے بغیر ممکن ہو پاتا۔ نبی کریم ﷺ نے عرب تہذیب میں عقیدہ ایمان باللہ کی جو عظیم الشان فکری اور عملی اَساس رکھی اس نے بعدازاں اسلامی تہذیب میں مرکز اور منبعِ قوت کا کام دیا جس کے زیرِ اثر جو تہذیب فروغ پائی۔اس میں اعلائے کلمۃ اللہ اور الوہیت وعبودیت کے راسخ العقیدہ اور ایجابی وتعمیری تصورات نے فروغ پایا۔انسانی ذہن کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا ایک مکمل اور صحیح تصور ملا۔اسی تصورِ صفات سے اسلامی تہذیب نے وہ قوت حاصل کی جو انسان کی تمام فکری اور عملی قوتوں پر محیط اور حکمران تھی۔یعنی ایک ایسی قادرِ مطلق ذات کا تصور جو تجسیم، تشبیہ اور تناسل سے آلودہ نہ تھی، جو وحدہ لاشریک تھی ، بے نیاز، الصمد اور الحی والقیوم تھی، زمین وآسمان کی نگرانی اس پر گراں نہ تھی، جس کی حکمت میں کوئی نقص نہ تھا، جس کا علم محیط اور طاقت غالب تھی، جس کے عدل میں ظلم کا شائبہ نہ تھا اور جو روزِ جزا وسزا کی مالک ہستی تھی۔اس راسخ العقیدگی نے جس ایجابی اور تعمیری فکر کو ترویج اور فروغ دیا، اس کے بنیادی خصائص وسعتِ نظری اور روشن خیالی تھے۔اس تہذیب اسلامی کے تحت جو افراد پروان چڑھے وہ خوددار، غیرتِ ایمانی سے متصف تھے۔

---

1. مودودی، ابوالأعلیٰ ، سید(م: 1979ء)اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی[لاہور:اسلامک پبلی کیشنز، بارھویں اشاعت، 1984ء]
2. ابن ھشام، أبومحمد عبدالملک(م:213ھ)،السیرۃ النبویۃ ومعہ الروض الانف للسھیلی، 62/1

وہ دنیا کی تمام قوتوں سے بے نیاز اور بے خوف ہو کر عظیم الشان وحدہ لاشریک ہستی کے آگے سربسجود ہونا جانتے تھے۔ جس کے نتیجے میں بیک وقت ان میں خودداری اور اِنکساری دونوں خصوصیات مجتمع تھیں۔ یعنی ان کی خودداری، جھوٹی اَنا پرستی اور نخوت وتکبّر سے مبرّا تھی۔ وہ خالق اور مخلوق کے تعلق کی صحیح معرفت رکھتے تھے۔ اس اعتقادِ صحیح نے جہاں توہم پرستی کی جڑیں کاٹیں وہاں عملِ صالح کو فروغ دیا۔ تقویٰ معیارِ فضیلت قرار پایا اور عملِ صالح کے نتیجے میں فلاحِ حقیقی کا حصول آسان ہوا۔ حیاۃِ انسانی مقصدِ حقیقی سے آشنا ہوئی جس میں عنداللہ کسی سفارشی اور مددگار کا کوئی کردار نہ تھا بلکہ ﴿من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ﴾ (1) کی روح نے انسانی قالب کو شرک وتعصب کی تنگ نظریوں (NarrowMindedness) سے توحید کی روشن ضمیری میں ڈھال دیا۔ اور ایسے افراد منصۂ شہود پر آئے جو صبر و توکل، جرات و بسالت، شجاعت وشہامت، قناعت و استغناء اور رجاءت واطمینانِ قلب کی صفات سے متصف تھے۔ اصلاحِ اخلاق اور تنظیمی اعمال کا یہ نظام اتنے وسیع پیمانے اور گہری بنیادوں پر برپا کرنا نبی اور رسول ﷺ کے ہی شایانِ شان ہوسکتا تھا۔ (2)

مذکورہ بالا حقائق کا بغور جائزہ لیں تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی بھی تہذیب اِنتہا پسند یا مادیت پرست افکار کے ساتھ انسانیت کی صحیح خدمت سرانجام نہیں دے سکتی۔ لامحالہ یہ اَز بس ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے متعلقہ ماحول کی رُوحانی تشنگی کو نظر انداز کرنے کے بجائے اِیجابی وتعمیری عقائد کے سرچشموں سے فیض یاب کرے، اس کو زندگی کے حقائق کا سامنا کرنے کا حوصلہ عطا کرے، حیاتِ مستعار کے نصب العین اور مقصود کی ایسی نشاندہی کردے کہ اس تہذیب کے معتقدین ایک باعمل اور متوازن زندگی بسر کریں، جس میں مادی ترقی کے اسباب ولوازمات کی نگہداشت کے ساتھ ساتھ رُوحانی نشو وارتقاء کے لیے صحت مندانہ طرزِ عمل اختیار کیا گیا ہو۔

رسولِ کریم ﷺ کے زیرِ ہدایت و رہنمائی ان تمام تقاضوں کی تکمیل کرتے ہوئے تہذیبی اَقدار پروان چڑھیں۔ آپ ﷺ وحدہ لاشریک ہستی باری تعالیٰ کے اس مرکز ومحور کے ساتھ وابستگی قائم کروادی جس کی وجہ سے انتہائی روشن، منور وتاباں اور اعلیٰ واَرفع نقشۂ حیات واضح ہوگیا، جس نے زندگی سے فرار نہیں سکھایا بلکہ حقوق وفرائض کی ادائیگی کا وہ متوازن نظام متعارف کروایا، جس میں مادی ترقی کے لوازمات بھی پروان چڑھے اور روحانی بالیدگی کے لئے تزکیہ باطن کے طاقتور عوامل متحرک کئے گئے۔ ایجابی اور تعمیری فکر اور چیدہ چیدہ خصائص پر مبنی جو اسلامی تہذیب منصۂ شہود میں آئی، درحقیقت وہ رسول کریم ﷺ کے منصب نبوت ورسالت کی تکمیل کا تعلیلی پہلو ہی تھا۔

---

1 البقرۃ 2 : 255

2 اسلامی تہذیب کے اصول و مبادی، ص:158-180 ملخصاً

☆ روشن خیال اور اِعتدال پسندانہ تہذیبی فکر کی ترویج:

رسول کریم ﷺ نے امتِ مسلمہ کی فکری تربیت جس اُلوھی حکمتِ عملی کی روشنی میں فرمائی، اس نے اسلامی تہذیب کے بنیادی خدّ وخال تشکیل دیے، تو اس کی بناء پر اہم ترین پہلو جہالت کے رویوں کا خاتمہ تھا، جو صحیح علم ومعرفت کی وجہ سے ممکن ہوا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ الله ولی الذین اٰمنوا یخرجهم من الظلمات إلی النور﴾(1)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے، وہ ان کی تاریکیوں سے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

دینِ اسلام اپنے مادہ 'سلم' کے تناظر میں اَمن وسلامتی کے مفہوم کا حامل ہے۔ اور تہذیب کی اصطلاح مادہ 'ھذب' سے اِصلاح وتنقیح اور تطہیرِ اخلاق کے مفہوم کی حامل ہے۔ گویا یہ بات قریبُ الفہم ہے کہ اَمن وسلامتی اور تسلیم و رضا کی حامل اُلوہی دینی تعلیمات نے نفوسِ انسانی کی تطہیرِ اَخلاق اور ان کی اِصلاح کے عمل کو تقویت پہنچاتے ہوئے انہیں سیرت وکردار کے ایسے سانچے میں ڈھال دیا، جس نے جہالت اور کم علمی کی تاریکیوں سے چھٹکارا دلایا، نورِ ایمان سے منور کیا، متعصب ذہنیتوں کو روشن فکر سے متعارف کروایا اور زندگی کے رویوں میں عدل واعتدال کی اہمیت سے روشناس کروایا۔ فطرتِ سلیمہ کی پکار پر لبیک کہنے کا وہ اندازِ بیان کیا، جس نے اَمن وسلامتی، ہدایت، اور حقیقی فوز وفلاح کی روشن وتاباں منزل تک انسانیت کی رہنمائی فرمائی۔

رسولِ کریم ﷺ نے جس روشن خیال اور اعتدال پسندانہ تہذیبی اَقدار کو پروان چڑھایا۔ یہ انہی کا ثمر تھا کہ انسان کو انسان کی غلامی سے چھٹکارا دلاتے ہوئے معبودِ حقیقی کی غلامی میں دے دیا۔ اس ذات وحدہ لاشریک جو فی ذاتہ نور ہے اس نے انسانوں کو بھی علمی اور کم فہمی کی ظلمات سے نکال کر نورِ اِسلام کی طرف قدم بڑھانے کی تحریک دی، جس کے تابع وہ عدل وانصاف کو پروان چڑھانے والا، جاہلانہ عقائد ورسوماتِ باطلہ کے بوجھ کو ہلکا کرنے والا، نفسانی خواہشات اور قوتِ بہیمیہ کو اعتدال وتوازن کے پہلوؤں سے متصف کرنے والا بن گیا۔ اسی اِعتدال پسندی نے عرب تہذیب کی جہالت کی تاریکیوں کو روشن خیالی سے منور کیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے جن روشن خیال اور اعتدال پسندانہ اَقدار کو متعارف کروایا۔ ان کی خصوصیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ مستقل اور پائیدار ہیں۔ محدود، عارضی، متغیر اور متزلزل نہیں۔ کمال حسنِ توازن کی حامل اَقدار جنہوں نے اسلامی تہذیب کے حاملین کی زندگیوں کو اَمن وسکون اور ان کے قلب وروح کو طمانیت کے احساس سے مالا مال کردیا۔ جس میں اَفراط وتفریط کی انتہاؤں کا خاتمہ ہوا۔ وہ شرک، بت پرستی، مظاہر پرستی، آباء پرستی اور کثرت پرستی کے دیگر مظاہر کی

1. البقرة 2 : 257

صورت میں ہو یا تفریط کی کوئی سی بھی صورت، سب کو رد کرتے ہوئے دینِ حق کی بصیرت کو متعارف کروادیا۔ اِسلام کی اُلوہی تعلیمات کی روشنی میں رسولِ کریم ﷺ نے تہذیبی اَقدار کو پروان چڑھانے میں جس فعّال عملی زندگی کا تصور دیا وہ رہبانیت اور ترکِ دنیا کی انتہا پسندانہ روش سے بہت دور تھی۔(1)

حضور نبی کریم ﷺ نے انسانوں کا تزکیۂ نفوس فرمایا اور انہیں یہ احساس دلایا کہ حقیقی فوز وفلاح انسانوں کے باہمی حقوق وفرائض کی اعتدال وتوازن کے ساتھ ادائیگی کا نام ہے۔اَفکار ونظریات کی درستی اور اِصلاح کے ذریعے افرادِ انسانی کے قلب ودماغ کو روشن اور منور کرتے ہوئے اس قوی احساس کو راسخ کیا کہ انسان کا اپنے حواسِ خمسہ، قلب ودماغ اور نفس کو جرم وگناہ، ظلم وجہل، شرک ونفاق، اور کفر وتکبر وغیرہ کے منفی وظلمت انگیز اثرات سے پاک وصاف کرنا، اس میں قدرت کی طرف سے ودیعت کردہ بے حساب استعدادوں کو قوّت سے فعل میں لانا اور ان کا نشو وارتقاء کرنا اور نورِ باطنی کو تیز سے تیز تر کرتے رہنا ہے، اس اعتبار سے تزکیہ، انسان کے حسنِ ذات کے نور کا ارتقاء ہے، جو اس کا حقیقی ارتقاء ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ و نفس و ما سوھا o فألھمھا فجورھا و تقوٰھا o قدأفلح من زکّھا o وقدخاب من دسّھا﴾(2)

سے مراد بھی یہی ہے کہ نفس کا تسویہ فرماتے ہوئے ربِ کریم نے اس کو فسق وفجور اور تقویٰ کی آگاہی عطا فرمائی کہ جس نے اپنے نفس کو پاکیزہ کرلیا تو گویا وہ سرخرو ہوا لیکن جس نے گناہوں کے بوجھ تلے اسے دبادیا تو وہ نامراد اور محرومِ سعادت رہا۔

خیالات وافکار کی یہ روشنی ہی انسان کے سامنے تزکیہ اور فوز وفلاح کے اُلوہی اور نبوی معیار کو کامیابی سے متعارف کراتی ہے۔ اِلحاد اور مادّیت کی جڑیں کاٹ دی گئیں، اہلکتاب یہود ونصاریٰ کے رویوں میں بھی جو کینہ وعداوت، بغض وعناد اور کجی پیدا ہو چکی تھی اس کی نشاندہی کرتے ہوئے آخری پیغامِ ہدایت کی دعوت کا مخاطب ان کو بھی بنایا گیا۔ کیونکہ اِسلام کی تعلیمات وحدتِ دین کی ہی نقیب ہیں۔کل بنی نوعِ انسان کو ناروا عقائد ورسومات کے بوجھ سے چھٹکارا دلا دیا گیا اور ان کے سامنے وہ صالح اور مثبت تعلیمات رکھ دی گئیں جو ایمان باللہ، اتباعِ حق، نفس کی پاکیزگی، روح کی تنویر، حسنِ اخلاقیات، انسانی ہمدردی اور رواداری سے مالا مال تھیں۔ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے والے لوگوں نے باکمال اور سرگرم عملی زندگیاں بسر کیں۔

حضور ﷺ کی معرفت نازل شدہ منوّر وتاباں پیغامِ الٰہی کو قبول کرنے والوں میں مرد، عورتیں، بچے، جوان اور

---

1. ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، کتاب زندگی [لاهور: فیروز سنز، 1984ء]ص:37
2. الشمس 91 : 7-10

عُمر رسیدہ غرض یہ کہ ہر حصہ عمر کے افراد شامل تھے۔ کارگہہ حیات کے ہنگاموں کی مختلف النوع سرگرمیوں اور ذمہ داریوں کو سرانجام دینے والے عام لوگ بھی تھے اور حکام وفلاسفہ بھی۔ غرض کہ ان حقانی تعلیمات نے جب لوگوں میں ذہنی وفکری انقلاب برپا کر دیا تو اسلامی تہذیب کی تابناکیوں نے اوراقِ تاریخ انسانیت کو جگمگا دیا۔ یہ عام مفکرین اور فلسفہ دان دانشوروں کی دنیائے تخیل کی خلاّقی کی طرح نہیں تھی، بلکہ وہ سب عالمِ ارضی کے اس زندہ و جاوید دَور کے چلتے پھرتے باسعادت انسانی کردار تھے، جنہوں نے کرۂ ارض پر آنے والے ہر دور کے انسانوں کے لئے اسلامی تہذیبی اقدار کے قابلِ عمل ہونے کی خصوصیت کو زندہ جاوید کر دیا۔

☆ بین المذاہب ہم آہنگی (Inter-faith Harmony):

رسولِ کریم ﷺ کی پرسوز اور صالح تربیت نے آپ کے مخاطبین میں مذہبی رواداری اور بھائی چارے کی فضا پروان چڑھائی۔ یہ وہ قابلِ ذکر خصوصی پہلو ہے جو صرف اسلامی تہذیب کی منفرد پہچان ہے۔ ایسی مثبت روحانیت کو فروغ ملا جس نے دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کو بھی اپنے افکار ونظریات کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حق دیا اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرنے کا حکم دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قل يأيها الكافرون o لا أعبد ما تعبدون o و لا أنتم عابدون ما أعبد o و لا أنا عابد ما عبدتم o و لا أنتم عابدون ما أعبد o لكم دينكم ولي دين ﴾(1)

یہ بین المذاہب رواداری اور ہم آہنگی (Harmony) کی وہ حکمتِ عملی ہے جو صرف اسلامی تہذیب کی اِنفرادی پہچان ہے۔ وہ اسلامی تہذیب جو دینی اَساسیات پر قائم ہوئی اور پروان چڑھی مگر اس نے اثر ونفوذ اور اِقتدار و حاکمیت کا مقامِ بلند حاصل کرنے کے باوجود دوسروں کیلئے زندگی اَجیرن نہیں کی۔ اُن کو جبر و اِکراہ کے ذریعے ہم خیال بنانے کی کوشش نہیں کی۔ متشدد رویّوں کے ذریعے عدل وانصاف کو کسی کے لئے بھی ناممکن الحصول نہیں کیا۔ انسانیت نوازی اور باہمی رواداری کا فروغ صرف اسلامی تہذیب کا تخصیصی اَمر ہے، جس سے دوسرے مذاہب عنقا نہیں ہوئے بلکہ اسکی فراہم کردہ آزادی اور رواداری کی فضاؤں میں مستفید ہوتے رہے۔ تہذیبی اَقدار کے تناظر میں رواداری کی فضا پروان چڑھانے کے لئے قرآنِ حکیم کی اِلہامی ہدایت کے مطابق حضور ﷺ نے اس حقیقت کی وضاحت فرمائی کہ تمام انبیاء ورُسل نفسِ نبوت ورسالت اور اس منصب کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے حوالے سے برابر اور حکمِ رَبی کے مطابق سب پر ایمان لانا لازم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

1. الكافرون 109 : 1-6

﴿ قولوا آمنا باللہ و مآ أنزل إلينا و مآ أنزل إلیٓ إبراھم و إسمٰعيل و إسحٰق و يعقوب و الأسباط و مآ أوتي موسیٰ و عيسیٰ و مآ أوتي النّبيّون من رّبّھم ج لا نفرّق بين أحدمّنھم صلے و نحن له مسلمون﴾(1)

ہر نبی اور رسول نے حکمِ الٰہیہ کے مطابق اپنے فرائض اور ذمہ داریاں اپنی تمام تر توانائیوں کو استعمال کرتے ہوئے سرانجام دیں۔ اگر انبیاء ورسل میں شرف وفضیلت کا تخصص کہیں قائم کیا گیا تو وہ صرف بعثت پر مأمور کرنے والی ہستی باریٰ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ اسی حوالے سے یہ حقیقت بھی قرآنِ حکیم میں واضح کردی گئی کہ دینی اُمور اور تعلیمات میں جو باہمی اِختلافات رونما ہوگئے ان سب کا فیصلہ اللہ عزّ وجلّ روزِ قیامت فرمائیں گے:

﴿ فاللہ يحكم بينھم يوم القيٰمة فيما كانو ا فيه يختلفون﴾(2)

اعلائے کلمۃ الحق کی ذمہ داری کی ادائیگی کرتے ہوئے مذہبی رواداری کے تناظر میں بنیادی اُصول فراہم کیا گیا۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:

﴿ ولا تسبوا الذين يدعون من دو ن اللہ فيسبوا اللہ عدواً بغير علم﴾(3)

﴿ ولا تجادلوا أھل الكتاب إلا بالتي ھي أحسن﴾(4)

اس روشن خیال اور اعتدال پسندانہ تہذیبی اَقدار کا ایک خصوصی پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں افراد یا جماعتی درجہ بندی کے تناظر میں کسی کے لئے بھی کوئی خصوصی تحفظات اور تخصصات قائم نہیں کئے گئے۔ تمام انسانوں کو برابر اور مساوی قرار دیا گیا۔

حتیٰ کہ سورۃ الکہف میں رسول کریم ﷺ کے حوالے سے ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿ قل انما انا بشر مثلكم﴾(5)

مساوات کا یہ پیغام صرف زبانی دعووں تک محدود نہ تھا بلکہ رسولِ کریم ﷺ نے اُلوہی ہدایت کی عملی تعبیر فرمائی تھی اور زندگی کی تمام سرگرمیوں اور تمام حالات پر اس کا اِطلاق کرنے کی حکمتِ عملی کو ترویج دیا گیا، جس میں نہ قبائلی تفوق تھا، نہ رنگ وزبان کی تفریق بلکہ سب مسلمانوں کو اللہ کا بندہ بن کر رہنا سکھایا گیا، جس کو ان کے خالق و مالک اور معبودِ حقیقی کی حیثیت سے متعارف کروایا گیا۔ اسی اُصولِ مساوات نے عصبیتِ جاھلیہ کی بیخ کنی کی۔ جہل اور علمِ حقیقی کی حدِ فاصل متعین کرتے ہوئے جاھلی اور اسلامی تہذیب کا امتیاز قائم کیا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کو کسی فرد کی والدہ کو عجمی کا طعنہ دینے پر

1. البقرة 2 : 136
2. البقرة 2 : 113
3. الانعام 6 : 108
4. العنكبوت 29 : 46
5. الكهف 18 : 110

حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی اس حرکت کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے فرمایا تھا کہ "اے ابوذر! تجھ میں جاہلیت پائی جاتی ہے۔"(1)

حضور ﷺ نے جن تہذیبی اَقدار کو پروان چڑھایا، وہ صرف ظاہری حسن وقبح کو ملحوظِ خاطر نہ رکھتی تھیں، بلکہ حق پرستی کی صحیح اور مثبت اَقدار کی قدر و قیمت بدرجہِ اُولیٰ اہم تھی۔ نسلی، لونی، لسانی، قبائلی اور دیگر مادی اِمتیازات جو آج کی ترقی یافتہ دنیا میں بلند بانگ دعووں کے باوجود کسی نہ کسی شکل میں موجود نظر آتے ہیں اور تہذیبِ مغرب کو داغدار کئے ہوئے ہیں۔ اِسلام کی تہذیبی روایت میں یہ کمزور پہلو موجود نہیں تھے۔ بلکہ عالم اسلام کی تاریخ اس حقیقت کی نقیب ہے کہ علم وفضل اور دیگر اِختصاصاتِ کمال حاصل کرنے والوں کی اکثریت، عجمی اور سیاہ فام افراد پر بھی مشتمل تھی اور یہ مادّی امتیازات ان کے مقامِ عزت وتفاخر کے راستے کی رکاوٹ نہ بن سکے مثلاً حضرت عبادہ بن الصامت، حضرت عطاء بن اَبی رباح کی علم وفضیلت کی ہمسری کون کرسکتا ہے جبکہ شکل وصورت اور ظاہری ہیئتِ جسمانی کے اعتبار سے وہ اتنے دلکش نہ تھے۔ عثمان بن علیِ زیلعی جنہوں نے فقہ حنفی میں 'کنز الدقائق' پر مستند شرح تحریر کی، جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی (م: 2 6 7ھ) جنہوں نے 'نصب الرایہ' جیسی مستند کتاب تصنیف کی، حبشہ کے مقام زیلع کے رہنے والے تھے۔(2)

دین اِسلام نے عصبیت کی بیخ کنی بہت موَثر انداز سے کی۔ قاضی سلیمان منصور پوری رقمطراز ہیں کہ تعصب کے معنی یہ بھی ہیں کہ عطائے حقوق کے وقت کسی کو حق سے زائد دیا جائے اور کسی کو حق سے کم؛ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ دوسرے لوگوں کی آزادی، عقل اور حریتِ مذہبی پر ناجائز بندشوں کا بار ڈالا جائے؛ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ اپنے مذہب کی برکات وانوار کا مستحق خود اپنے ہی آپ کو سمجھا جائے اور دوسروں کو ان برکات واَنوار سے بالکل دور رکھا جائے۔ اِسلام کی تعلیم ان جملہ نقائص سے پاک ہے۔(3)

☆ تہذیبی اَقدار اور گلوبلائزیشن:

پکتھال نے تہذیب کو انسانی ذہن کی آراستگی قرار دیا ہے۔ اس نے اسلامی تہذیب وثقافت کا موازنہ دوسری تہذیبوں سے کرتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ یہ ان کے مقابلہ میں مختلف ہے۔ یہ کسی ایک فرد یا افراد کے گروہ کی نہیں بلکہ

---

1. البخاری، کتاب الایمان، باب المعاصی، رقم الحدیث:30، ص:8
2. مصطفیٰ سباعی، ڈاکٹر، اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو، مترجم: معروف شاہ شیرازی [کراچی:ادارہ معارف اسلامی، 1976ء]ص:91-94 ملخصاً
3. منصور پوری، محمد سلیمان، قاضی، رحمۃ للعالمین ﷺ [لاهور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، 1991ء] 372-371/3

تمام نوع انسانی کی آرائش وآراستگی کے مقصد سے ہم آہنگ ہے۔ گویا یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اسلامی تہذیب کی وسعتیں عالمگیریت کی پہنائیوں پر محیط ہیں اور یہ کسی خاص قوم، علاقے یا وقت کے لئے نہ تھی بلکہ قیامت تک اس کرہ ارض پر آباد بنی نوع انسان اس کا مخاطب تھے اور وہ ان کی خامیوں، کوتاہیوں اور خرابیوں کو رفع کرتے ہوئے اُلوھی اور نبوی رُشد وہدایت کی روشنی میں انہیں ایسے سانچے میں ڈھالنا چاہتی تھی جہاں تضادات کا قطعاً کوئی امکان باقی نہ رہے اور تہذیبی اقدار کا اصلاحی عمل مثبت نتائج مرتب کرنے میں کامیاب ہوجائے۔(1)

سید سلیمان ندوی رقمطراز ہیں کہ آنحضرت ﷺ جس عظیم الشان پیغام کو لے کر آئے تھے اور جس مہتمّ بالشان کام کو انجام دینے کیلئے بھیجے گئے تھے، نیک دل اور حقیقت شناس لوگ تو سننے اور دیکھنے کے ساتھ اس کے قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے لیکن وہ بھی، جن کے دل کے آئینے زنگ آلود تھے، پیغام کی سچائی، وحی کی تاثیر، پیغمبر کی پُراثر دعوت، اعجازِ معصومیت اور اخلاق کے پرتو سے صاف وشفاف ہوتے گئے اور عوائق وموانع، شبہات اور شکوک کی تو بر تو ظلمتیں اور تاریکیاں رفتہ رفتہ چھٹتی چلی گئیں اور اسلام کا نور روز بروز زیادہ صفائی اور چمک کے ساتھ عرب کے اُفق پر درخشاں وتاباں ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ تئیس برس کی مدت میں ایک متحدہ قومیت، ایک متحدہ سلطنت، ایک متحدہ اَخلاقی نظام، ایک کامل قانون، ایک مکمل شریعت، ایک اَبدی مذہب اور عملی جماعت، خداپرستی، اخلاص، ایثار، تدیّن، تقویٰ، ایمانداری، اخلاق اور سچائی کا ایک مجسّم عہد یعنی ایک نئی زمین اور نیا آسمان پیدا ہوگیا۔(2)

یہ جامع وکامل اور ہمہ گیریت کا حامل دین آفاقی اور عالمگیر نوعیت کا حامل ہے۔ اس کا پیغام ودعوت ابدالآباد تاقیامت ہر دور کے انسان کو اس کی صلاح وفلاح کا پیغام دیتی رہے گی۔ کیونکہ قرآن حکیم انسان اور نوع انسان کو مخاطب کرتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ تہذیبی تخصصات کے حوالے سے بھی عالمگیریت (Global) کا اطلاق کما حقہٗ اس پر ہوتا ہے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رقمطراز ہیں کہ یہ اسلام ہی کی خصوصیت ہے کہ وہ تمام جہان کا معبود صرف ایک اللہ کو بتاتا ہے اور تمام جہان کا پروردگار، صرف ایک رب کو ظاہر کرتا ہے۔ اور تمام عالم کے سامنے صرف ایک دین اسلام کو پیش کرکے جملہ اقوام وادیان اور ممالک کو اللہ تعالیٰ کے اَنوار وفیوض کا یکساں حصہ دار قرار دیتا ہے۔ یہ افکار ونظریات تہذیبِ اسلامی میں بھی عالمگیریت کے وصف وامتیاز کو مستحکم کرنے کا باعث بنتے ہیں۔(3)

☆ اخلاقی اَقدار کا فروغ:

رسولِ کریم ﷺ نے احکاماتِ الٰہیہ کی روشنی میں جن تہذیبی اقدار کو متعارف کروایا۔ ان کا ایک نمایاں تخصص

---

1. Pickthall, Muhammad Marmaduke, The Cultural side of Islam, P:1

2 ندوی، سلیمان، سید، سیرۃ النبی ﷺ [لاہور: سروسز کلب، طبع پنجم، 1987ء] 391/4

3 رحمۃ للعالمین، 408/3

اَخلاقی اَقدار کا منفرد فروغ ہے۔ اس کو زندگی کے تمام اُمور واَفعال میں لازم وملزوم کر دیا۔ قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿بل الإنسان علیٰ نفسه بصیرة ٥ولو ألقیٰ معا ذیره﴾(1)

یعنی انسان اپنے نفس کا شاہد وگواہ اور اس کی سمجھ بوجھ رکھتا ہے۔ اگر چہ وہ اپنے اوپر طرح طرح کے بہانوں کے پردے ڈال لیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو نفسِ لوامہ سے نواز رکھا ہے۔ جو اسے نیکی وبدی کے فطری الہامات کے تحت متنبہّ کرتا رہتا ہے۔ اور تسلی بھی دیتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا اِعزاز یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہر فرد میں موجود اِس اِستعداد کی بناء پر اَخلاقی محاسن وعیوب کی پہچان کا خود اس کو ذمہ دار بنا دیا اور اس کا متوازن ربط وتعلق انسان کی تمام سرگرمیوں کے ساتھ جوڑ دیا۔ جس سے انسان کے تمام اَعمال کو بھی حُسن وخوبی سے مزیّن کر دیا اور اس کی اِجتماعی زندگی میں بھی اَقدارِ حسنہ کے فروغ کی ضرورت پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ وابصۃ بن معبدؓ اپنے جذب وشوق کی کیفیت میں مگن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''وابصۃ! قریب آجاؤ۔'' جب وہ قریب جا کر بیٹھے تو فرمایا ''اے وابصۃ! میں بتاؤں تم کیوں آئے ہو یا تم بتاؤ گے۔'' انہوں نے عرض کی کہ آپ ﷺ ہی فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قال: "جئت تسألني عن البر والاثم"، قلت: نعم، فجمع أصابعه الثلاث، فجعل ینکت بها في صدري، و یقول "یا وابصة! إستفت نفسک ألبر ما اطمأنّ إلیه القلب، و اطمأ نت إلیه النفس والإثم ماحاک فی القلب، و تردّد فی الصّدر و إن افتاک الناس."(2)

گویا اخلاق نیکی اور بدی کی ہی دوسری صورت ہے۔ رسول کریم ﷺ کی نمایاں خاصیّت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے زندگی کے حقائق اور لطائف کا شعور اور آگہی تمام مسلمانوں میں مزیّن اور اُجاگر کرنے کی کوشش فرمائی۔ اخلاقی اَقدار کو آفاقی رنگ دیا۔ اخلاقی اَقدارِ حسنہ کے فروغ اور اَقدارِ سیئہ سے اِجتناب کی پختگی پیدا کرنے کیلئے آپ ﷺ نے وضاحتی انداز میں بھی مثال دیتے ہوئے فرمایا، تاکہ ہر مسلمان حقیقتِ اَحوال کو اچھی طرح ذہن نشین کر لے۔ آپ ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

"إن العبد إذا أخطأ خطیئة نکتت في قلبه نکتة سودا ءُ فإذا هو نزع واستغفر و تاب سقل قلبه، و إن عاد زِید فیها حتی تعلو قلبه و هوا لرّان الذی ذکر الله،

---

1. القیامة 75 : 14-15

2. احمد بن حنبل، ابو عبدالله الشیباني، الإمام (م: 241ه)مسند احمد بن حنبل [بیروت (لبنان) : دار احیاء التراث العربي، الطبعة الثالثة، 1414-1415ه /1994م]رقم الحدیث: 17540، 268/5

﴿کلا بل ران علیٰ قلوبھم ما کانوا یکسبون﴾"(1)

یعنی بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں داغ کا ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے تو اگر اس نے پھر اپنے کو علیحدہ کرلیا اور خدا سے مغفرت مانگی اور توبہ کی، تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر اس نے پھر وہی گناہ کیا تو وہ داغ بڑھایا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے اور یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ نے ذکر فرمایا (کبھی نہیں بلکہ ان کے برے کاموں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چھا گیا)۔

اِسلام کی اَخلاقی اَقدار کا ایک نمایاں اِمتیاز یہ ہے کہ انسان کو اللہ جل شانہٗ کی رحمت کی اُمید کا سہارا بھی رہتا ہے اور اس کے مواخذہ، باز پرس اور غیظ وغضب کا ڈر بھی ہے۔ جو ایک مسلمان کو نہ صرف پرسکون اور متوازن شخصیت کا حامل فرد بناتا ہے جو اِجتماعیت کیلئے ایک اچھی اِکائی بنتا ہے بلکہ اسے غیر متوازن رویّوں کا حامل فرد بننے سے بھی بچاتا ہے۔ یہ اَخلاق کی ہی قوتِ متحرکہ ہے کہ جو انسانوں کے باہم تعلقات کی وابستگی کا مضبوط سلسلہ قائم کرتی ہے اور اِسی تناظر میں جماعت سے علیحدگی، عزلت نشینی اور گوشہ گیری کے محرّکات جنم نہیں لیتے چنانچہ رہبانیت اور تجرّد کی زندگی کے میلانات کا سدّباب ہو جاتا ہے۔ دینداری اور پرہیزگاری کے عنوان سے جھوٹے تقدس کے لبادہ میں فرد اور اِجتماعیت کیلئے جس نقصان کا باعث بن سکتا ہے اس سے بھی مسلمان معاشرت کو حتی الامکان محفوظ کر دیا۔

ان اَخلاقی اَقدار کے فروغ کا ایک اور اِمتیازی وَصف یہ ہے کہ ان کی غرض وغایت خود غرضی اور ذاتی منفعت نہیں ہے بلکہ یہ اللہ عزّ وجلّ کی خوشنودی ہے۔ چنانچہ اَخلاقیات میں سطحیت کی بجائے اعلیٰ نصب العین، ان اَخلاقی اَقدار کی قدر وقیمت متعارف کراتا ہے۔ انسان کو اس اِعتقاد ویقین کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی دعوت دی گئی کہ وہ کسی دوسرے کے اَعمال کا جوابدہ اور پابند نہیں۔ یہ پہلو بھی اس کی شخصیت میں سکون واطمینان پیدا کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی اِنفرادیت اس مرحلہ پر یوں اجاگر کی گئی جس کی طرف سید سلیمان ندوی اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جماعت کے اَفراد پر ان کی قوت کے بقدر جماعت کے دوسرے اَفراد کی نگرانی فرض ہے، جسے امر بالمعروف ونھی عن المنکر کہا گیا......اور قوی دل، قوی ہمت افراد کا یہ فرض قرار دیتی ہے کہ وہ جماعت اور سوسائٹی کے مزاج اور قوّام کی نگہبانی اور اسکے بگاڑ کی دیکھ بھال کرتے رہیں۔(2)

حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کا پیغام ابدی تا قیامت رہنے والا ہے۔ اس لیے لامحالہ یہ اَخلاقی اَقدار کی نوعیت وحیثیت پر اثر اَنداز ہوتا ہے، کسی ایک قوم یا زمانہ کی اصلاحِ اخلاق مقصود نہ تھی بلکہ اس اِصلاحی عمل کو قیامت تک انسانیت کے ساتھ ساتھ چلنا ہے۔ لہٰذا اس میں محاسن ومفاسد کا مفصّل اِحاطہ کیا گیا ہے تاکہ کسی پہلو سے تشنگی باقی نہ رہے۔ رسولِ

---

1 الترمذی ، ابواب تفسیر القرآن ...... باب ومن سورۃ إذا الشمس...... رقم الحدیث: 3334، ص: 761

2 سیرۃ النبی ﷺ، 6/68-69

کریم ﷺ کی بعثت جزیرۃ العرب کے جاہلی دور میں ہوئی۔ آپ ﷺ کفر وشرک سے مسموم انہی فضاؤں میں پروان چڑھے اور جوان ہوئے۔ مگر اس انداز میں کہ آپ ﷺ کی عمر مبارک کا ہر دور، ہر قسم کے عیوب ومعاصی سے پاک تھا۔ آپ ﷺ جاہلیت کے تمام عیوب واَقذار سے مامون رہے اور باوقار انداز میں اعلیٰ اخلاق آپ ﷺ کے سیرت وکردار سے مترشح تھا۔ تمام صالح عادات سے مزیّن آپ ﷺ کی پہچان صادق اور اَمین کے طور پر قبل از نبوت ہی معروف تھی۔ جیسا کہ امام البیہقی (م:458ھ) اس ضمن میں لکھتے ہیں۔

فشبّ رسول الله، ﷺ، يكلؤه الله [عزّ وجلّ] و يحفظه و يحوطه من أقذار الجاهلية ومعائبها، لما يريد به من كرامته و رسالته، و هو على دين قومه، حتى بلغ أن كان رجلاً أفضل قومه مروء ة، و أحسنهم خلقاً و أكرمهم مخالطة، و أحسنهم جواراً، و أعظمهم حلماً، و أصدقهم حديثاً، و أعظمهم أمانةً، و أبعدهم من الفحش والأخلاق ألتي تدنّس الرجال، تنزها و تكرما، حتىٰ مابقي إسمه في قومه إلّا الأمين ؛ لما جمع الله، [تعالىٰ]، فيه من الأمور الصّالحة (1)

خصائلِ حسنہ کے اس اعزاز کے ساتھ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو منصبِ نبوت ورسالت تفویض ہوا تو آپ ﷺ نے زمانۂ جاہلیت کی تہذیبی اَقدار کے تمام عیوب ونقائص کو اِصلاحی جامہ پہنایا۔ رسولِ کریم ﷺ نے عرب کی تہذیب میں جو انقلاب برپا فرمایا، وہ جامعیت وکاملیت کا حسین اِمتزاج تھا۔ اس نے ایک طرف اِنفرادی سطح پر اِصلاحِ عامہ کا فریضہ سرانجام دیا، اور دوسری طرف اِجتماعی زندگی کے ہر شعبہ میں وحیِ الٰہی کی روشنی میں اُصولی رہنمائی فرمائی جو ایسی ہمہ گیر آفاقی (Global) اور دائمی خصوصیات کی حامل تہذیبی اَقدار کی حامل ہے جو ہر آنے والے دور کے ہر انسانی معاشرے کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ مظہر الدین صدیقی کے مطابق اِسلام نے عربوں کی مکمل کایا پلٹ کردی۔ اداراتی زندگی اور لوگوں کے معاشرتی ومعاشی نظام میں جو تبدیلیاں اِسلام نے روشناس کرائیں وہ ایک اِنقلاب سے کم نہ تھیں۔ اِسلام کی نمایاں کامیابی لوگوں میں فکری اور رُوحانی نقطۂ نظر کا فروغ تھا۔ عرب یونانیوں کی طرح فلسفے کی گتھیوں کو حل کرنے والی قوم نہ تھی۔ وہ تجریدی فکر کا ذوق نہیں رکھتے تھے۔ وہ صحیح معنوں میں عمل کرنے والی قوم تھی۔ اور ان کی ذہنی وفکری قوت زندگی کے عملی معاملات میں مرکوز تھی۔ ان کی قوتِ مشاہدہ بہت غضب کی تھی جس کے ثبوت جاہلی عرب شاعری میں موجود ہیں۔ اِسلام کا کارنامہ یہ ہے کہ جاہلی عربوں کی اس خصوصیت کو علمی اور تجرباتی رویے کی تخلیق کیلئے استعمال کیا۔(2) ابوالحسن علی ندوی کے مطابق جب شیطان کے اثرات ان کے نفوس سے

1 البیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین، دلائل النبوۃ [(وثق: اصولہ وخرج حدیثہ وعلق علیہ: الدکتور عبدالمعطي قلعجي) بیروت (لبنان): دارالکتب العلمیۃ، 1423ھ/2002م]2/30

2. Development of Islamic State and Society, Pp: 24, 25

ڈھل گئے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جب ان کے نفوس کے اثرات ان کے نفوس سے زائل ہو گئے ۔نفسانیت کا خاتمہ ہو گیا اور وہ لوگ اپنے نفسوں سے ویسا ہی برتاؤ کرنے لگے جیسا کہ وہ دوسرے سے کرتے تھے، دنیا میں رہتے ہوئے مردانِ آخرت اور نقد سودے کے بازار میں آخرت کے قرض کو دنیا کے نقد پر ترجیح دینے والے بن گئے، نہ کسی مصیبت سے گھبراتے نہ کسی نعمت پر اتراتے ،فقر اُن کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکتا، دولت سرکشی پیدا نہ کرسکتی، تجارت غافل نہ کرتی، کسی طاقت سے نہ دبتے، اللہ کی زمین پر اکڑنے کا خیال بھی نہ آتا، بگاڑ اور تخریب کا وہم بھی نہ ہوسکتا، لوگوں کیلئے وہ میزانِ عدل تھے، وہ انصاف کے علمبردار تھے۔ اللہ تعالیٰ کے گواہ تھے، خواہ ان کو اپنے نفس کے خلاف گواہی دینی پڑے، خواہ والدین اور اعزّہ کے مخالف جانا پڑے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین کو ان کے قدموں میں ڈال دیا اور دنیا کو ان کیلئے مسخر کر دیا، وہ اس وقت عالم کے محافظ اور اللہ کے دین کے داعی بن گئے(1) ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے خیال کے مطابق یہ لوگوں کے لئے ایمان و تقویٰ، عدل و احسان، حسنات وخیرِ کل کا مجموعہ، شرف وتکریم کی حامل، آزادی ومساوات، امن وسلامتی، خوشحالی وترقی اور جمالیاتی ثروت و اِرتقائے نورِ ذات کی صفات کی حامل ہے۔ یہ تہذیبی حسنِ انقلاب حضورِ نبی کریم ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے کی خصوصیت کے عنصر کو خود میں سموئے ہوئے ہے۔ جو اس کی غیر معمولی اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ اِنقلاب موضوعی بھی ہے اور معروضی بھی۔ موضوعی یعنی حسی، قلبی ونفسی انقلاب بھی ہے جس میں ربّ العزۃ کی طرف سے ودیعت کردہ ملکات کو جلا بخشنے، خودیِ ذات کو نمایاں کرنے اور کائنات کی تسخیر کرنے کی صلاحیت بھی ہے جس کے ذریعے نفسِ مطمئنہ کے سُرور کا سامان ممکن ہو پائے اور قوتِ ایمان کے بل بوتے پر کفر وشرک، ظلم واستحصال، فحشاء ومنکر اور جرم وگناہ کی آتشِ خوف وحزن سے نجات مل پائے۔ معروضی انقلاب سے مراد معاشرتی انقلاب ہے یعنی معاشرے کے نظام میں نمایاں اور موثر تغیر وتبدل۔ چنانچہ معروضی حسنِ انقلاب سے معاشرے میں ایسی مثبت، تعمیری اور حسین ورحمت بہ داماں تبدیلی ہے، جس سے اس میں فتنہ وفساد اور ظلم وطغیان کی خوف انگیز وحزن آفرین تاریکیاں چھٹ جائیں اور وہ صلح وآشتی، آزادی ومساوات، عدل واحسان، حسنہ وخیر، محبت ورحمت اور امن وسلامتی کے انوار سے منور ہو جائے۔(2)

دینِ حق کی تعلیمات سے دُوری نے لوگوں کی زندگیوں میں جہالت ودرشتی، کفر والحاد، شرک وعصیاں، وحشت و شقاوت، فحاشی وبدکاری، اعلیٰ اَخلاقی اقدار سے بُعد، سنگدلی وسفاکی کے پہلو بہت زیادہ اُجاگر کر دیے ہوئے تھے۔ اچھی اَقدار بھی ان کی اِنتہا پسندانہ روش کی بناء پر منفی صورت اِختیار کر چکی تھیں، اس تناظر میں منصبِ نبوت و رسالت کے آخری پیامبر تشریف لائے۔ رسولِ کریم حضرت محمد ﷺ دینِ حق 'الاسلام' کے نورِ کامل کے ساتھ مبعوث کیئے گئے۔ آپ

---

1. انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر (کراچی: مجلس نشریات اسلام، نواں ایڈیشن، 1976ء) ص: 117

2. ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، حسنِ انقلاب [لاہور: فیروز سنز، س ن] ص: 37-39 ملخصاً

ﷺ نے اللہ ربّ العالمین کے عطا کردہ وہ اُصول وضوابط اور اَحکام وفرامین بنی نوعِ انسان کو نظریاتی اور عملی اعتبار سے واضح کردیے، جو اَبدی صداقتوں کے امین تھے۔ آپ ﷺ کی جامع اور کامل دعوتِ دین کا ہی یہ کارنامہ تھا کہ ان تہذیبی اَقدار نے جنم لیا، جنہوں نے حیاتِ انسانی کے انفرادی اور اِجتماعی پہلوؤں کو صبغۃ اللہ میں رنگ دیا، زاویہ ہائے نگاہ بدل گئے، ذہنیتیں بدل گئیں، حلال وحرام کے پیمانے بدل گئے، قانونِ ازواج بدلا، صلح و جنگ کے اَسالیب بدل گئے، غرض زندگی کے ہر ہر شعبے کو انقلاب اِسلامی سے منوّر وتاباں کردیا، حقوق وفرائض کی وہ معرفت وآگاہی دلائی گئی جس کے نتیجے میں تہذیبِ اسلامی کی اِنفرادیت اور اہمیت اجاگر ہوگئی۔

مصادر و مراجع

1- القرآن الحکیم :القرآن الحکیم مع ترجمه از شاه رفیع الدین و مولانااشرف علی تهانوی،لاهور: تاج کمپنی س ن.

2، ابراهیم مصطفیٰ، احمد حسن الزیات، حامد عبدالقادر، محمد علی النجار، المعجم الوسیط ، استانبول(ترکیه): دارالدعوة، 1410ھ/ 1989م.

3 ابن فارس، ابو الحسین احمد بن زکریا (م :395ھ)، معجم مقاییس اللغة ، اعتنی به: الدکتور محمد عوض مرعب،الآنسة فاطمه محمد اصلان، بیروت (لبنان): داراحیاء التراث العربي، س ن.

4 ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، ابو الفضل ،الأفریقی المصری (م: 771ھ)، لسان العرب ، بیروت: دارصادر، الطبعة السادسة ،1417ھ/1997م.

5- ابن هشام ،ابو محمد عبدالملك ، الإمام(م:218ھ) السیرة النبویة ، حققه: مصطفی السقاو اصحابه، طرابلس (لبنان) : مکتبة الإیمان، الطبعة الثالثة،1421ه/ 2000م.

6- احمد بن حنبل،ابو عبدالله الشیبانی، الإمام (م: 241ھ) مسند احمد بن حنبل ،اعداد و ترتیب: ریاض عبدالله عبدالهادی، بیروت (لبنان): داراحیاء التراث العربی، الطبعة الثالة، 1415-1414ه /1994م.

7- البخاری ، محمد بن اسماعیل، ابو عبدالله، الإمام (م: 256ھ) صحیح البخاري ، الریاض :مکتبة دارالسّلام، الطبعة الثانیة، 1419ه/1999م.

8- بیگو و چ ، علی عزت ، Islam between East and West مترجم: محمد ایوب منیر ، اسلام اور مشرق و مغرب کی تہذیبی کشمکش ، لاھور: ادارہ معارف اسلامی ، بار دوم ، 1997ء .

9- البیھقی، ابو بکر احمد بن الحسین (م: 458ھ)، دلائل النبوۃ ، وثق اصوله وخرج حدیثه وعلق علیه: الدکتور عبدالمعطی قلعجی، بیروت (لبنان): دارالکتب العلمیة، 1423ھ/2002م.

10- الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م:279ھ)، جامع الترمذي ، الریاض : مکتبة دارالسلام، الطبعة الاولیٰ، 1420ھ/1999م.

11 الجوهری، إسماعیل بن حماد، ابو نصر(م:393ھ) الصّحاح : تاج اللغة وصحاح العربیّة ، تحقیق: الدکتور بدیع یعقوب و الدکتور محمد نبیل طریفي، بیروت (لبنان) : دارالکتب العلمیة، الطبعة الاولیٰ، 1420ھ/1999م.

12- حمید الدین، ڈاکٹر، تاریخ اسلام ،لاھور: فیروز سنز ، 1962ء .

13- مصطفیٰ سباعی، ڈاکٹر، اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو،مترجم: معروف شاہ شیرازی ، کراچی:ادارہ معارف اسلا می ، 1976ء.

14- سندھیلوی، محمداسحاق، اسلام کا نظام سیاسی ، یوپی: مطبوعہ نامی پریس ، س ن.

15- صدیقی، محمد مظھر الدین، اسلام کا نظریہ اخلاق ،لاھور : ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1951ء.

16- عطش درانی ، اسلامی فکر و ثقافت ، لاھور: مکتبۂ عالیہ، اشاعت اول ، 1980ء.

17- الفراهیدی، ابو عبدالرحمن بن احمد (م: 175ھ) کتاب العین ، بیروت (لبنان) : دار احیاء التراث العربي، الطبعة الاولیٰ، 1421ھ/2001م.

18- منصورپوری، محمد سلیمان سلمان، قاضی، رحمۃللعالمینﷺ ، لاھور: الفیصل ناشران کتب، 1991ء.

19- مودودی، ابوالأعلیٰ ، سید ، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی، لاھور:اسلامک پبلی کیشنز، بارھویں اشاعت، 1984ء.

20- ناصر نصیر احمد ، ڈاکٹر، اسلامی ثقافت ، لاھور: فیروز سنز، س ن.

21- ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، کتاب زندگی ، لاھور:فیروز سنز 1984ء.

22- الندوی، ابو الحسن علی ،العلامة ، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، کراچی: مجلس نشریاتِ اسلام ، نواں ایڈیشن، 1976ء.

23- ندوی، سلیمان ، سید ، سیرۃ النبی ﷺ، لاہور: سروسز بک کلب، 1987ء،جلد 4۔

24- ندوی، سلیمان ، سید ، تاریخ ارض القرآن ، اسلام آباد :نیشنل بک فاؤنڈیشن ، طبع اول ، 1992ء۔

25- Kendall, Diana, Sociology in Our Times: The Essentials, Belmont.CA: Wadsworth, A division of Thomson learning, 2004.

26- Mazhar uddin, Siddiqi, Development of Islamic State and Society, Lahore: Institute of Islamic culture, 2nd edition, 1982.

27- Pickthall, Muhammad Marmaduke, The Cultural Side of Islam, Lahore: Qadiria Book Traders, 1984.

28- Tylor, Edward Burnett, Sir, Religion in Primitive culture, New York: Harper & Brothers Publishers,First edition, 1958.

29- Zanden, James W. Vander, The Social Experience: An Introduction to Sociology, New York: McGraw-Hill Publishing Company 2nd edition, 1990.

30- Webster's New Collegiate Dictionary, Thin Paper, (based on Webster's New International Dictionary Second Edition, Springfield, Mass., G. & C.Merriam Co., Publishers, 1953.